غزل

نہ ''کیوں'' کے پیچھے پھرو اور نہ ''کیا'' تلاش کرو
جو ہے وجود کے اندر وہ ''لا'' تلاش کرو

مہیّا اپنی ہی تکمیل کا کرو سامان
یہ تم سے کس نے کہا ہے خُدا تلاش کرو

اٹھو کہ خوف سے سجدے میں کیوں پڑے ہوئے ہو
یہ کہہ رہا ہے اندھیرا دیا تلاش کرو

کوئی سبیل نکالو فضا میں اڑنے کی
درونِ ذات کوئی راستا تلاش کرو

کرو نہ منّتِ دیوار و در نہ کوہ و دشت
تمہارے چہرے میں ہے آئینہ تلاش کرو

یہ چاہتے ہو اگر تم کہ عقل ہو نہ مریض
مرض سے پہلے مَرض کی دوا تلاش کرو

ورائے صاحب و بندہ ورائے پست و بُلند
نئے جہان میں انساں نیا تلاش کرو

یہ کیا کہ پایا ہوا پاؤ اِس خرابے میں
کرو تلاش تو ڈھونڈا ہوا تلاش کرو

ہر ایک چیخ رہا ہے مری سنو پہلے
صدا کے شور میں کس کی صدا تلاش کرو

نوؔید تُم بھی کوئی فلسفی ہو ماضی کے
کہ حل نہ دو کوئی بس مسئلہ تلاش کرو

منقبت

ہُوا ہے روزِ ازل جانے کیا سپردِ حسینؑ
ہُوا خدا کہ ہوئی کربلا سپردِ حسینؑ

سپردِ زینبؑ کبرا حسینؑ ہوگئے جب
جہانِ کُن میں تھا جو کچھ ہُوا سپردِ حسینؑ

حوالے زینبؑ و شبیر کے ہُوا کلمہ
سپردِ زینبؑ الااللہ، لا سپردِ حسینؑ

گزر کے خود سے طلب کر حسینؑ کی مرضی
ہُوا خدا کا ہر اک فیصلہ سپردِ حسینؑ

کہاں کے باطن و ظاہر کہاں کے غیب و حضور
کہ اپنا جلوہ خدا نے کیا سپردِ حسینؑ

یونہی نہیں شہہؑ دیں نے اٹھائی ہے بیعت
ہُوا ہے آج ہر اک سلسلہ سپردِ حسینؑ

ہر اک زمانے کو درپیش حرؑ کی تھی مشکل
اِسی لیے ہُوا یہ مرحلہ سپردِ حسینؑ

اِدھر چراغ بُجھا خیمۂ شہہ دیں میں
اُدھر ہُوا مِرا ہر مدّعا سپردِ حسینؑ

کسی کے اجر سے یارب مجھے نہیں سروکار
حسینؑ کا ہُوں ہے میری جزا سپردِ حسینؑ

مجھے لگا کہ مجھے مل گئی پناہِ خدا
نوؔید میں نے جو خود کو کیا سپردِ حسینؑ

منقبت

خدائے عشق کا جب آئینہ حسینؑ ہُوا
وہ اپنے حُسن پہ عاشق ہُوا حسینؑ ہُوا

میں زندگی کے خدا کو تلاش کرنے میں
کچھ ایسا کھویا کہ میرا پتا حسینؑ ہُوا

درِ حسینؑ سے مجھ کو مِلا ہر ایک جواب
یہ ’’کیوں‘‘ حسینؑ ہُوا اور یہ ’’کیا‘‘ حسینؑ ہُوا

مرے خدا کہاں لے آئی فکرِ ماضی و حال
جو ’’ہے‘‘ حسینؑ ہوا اور جو ’’تھا‘‘ حسینؑ ہُوا

کُھلے گا اس پہ کہ جس کی نگاہ میں ہے قدیم
ہر اک زمانے میں کیسے نیا حسینؑ ہُوا

وہ کیا تھا پردے کے اندر یہ جانتا ہے وہی
مگر جو پردے سے ظاہر ہُوا حسینؑ ہُوا

میں تھا خیالِ خدا میں یہ کیا ہُوا یارب
جو تھا خیال وہ چہرہ بنا حسینؑ ہُوا

بیاں کی چشم قلندر نے جب حقیقتِ کُن
پھر اور کچھ نہ ہُوا صرف یاحسینؑ ہُوا

جو آہ سینے سے نکلی ہوئی وہ شاہ حسینؒ
جو اشک آنکھ میں آیا صداحسینؒ ہُوا

حسینؑ کون ہے یہ سوچنا خدا ہے نویدؔ
خدا ہے کون یہی سوچنا حسینؑ ہُوا

منقبت

تشنہ تھا میں نے کی جو صدا یاعلیؑ مدد
ساقی نے بھر کے جام کہا یاعلیؑ مدد

کس نے کہا ظروف ہیں پیمانے ظرف کے
ساقی نہ گِن پیالے پلا یاعلیؑ مدد

اک وقت خاص آیا بُلاوا جو عرش سے
میں فرش پر سے کہہ کے اُٹھا یاعلیؑ مدد

بھرتا رہا اُڑان میں بھرتا رہا اُڑان
دیتا رہا صدا پہ صدا یاعلیؑ مدد

جو دُور سے بھی دُور تھا نزدیک آ گیا
کس نے قریب سے یہ کہا یاعلیؑ مدد

اِس راز سے بھی پردہ اُٹھا اے مِرے خدا
تُو نے ہے کُن کہا کہ کہا یاعلیؑ مدد

جب ہاتھ پاؤں رہ گئے پرواز تب مِلی
جب دل اُجڑ گیا تو بسا یاعلیؑ مدد

جس نے سُنا وہ آ گیا دھمّال ڈالنے
گزرا جدھر سے کہتا ہُوا یاعلیؑ مدد

آنا اگر ہے آ تجھے جانا اگر ہے جا
میرا سلام میری دعا یاعلیؑ مدد

غم ہو خوشی ہو ایک ہی ہے کیفیت نویدؔ
مستوں کی ایک ہی ہے صدا یاعلیؑ مدد

منقبت

میں ہُوں فقیر میری صدا یاعلیؑ مدد
دُھونی مِری چراغ مِرا یاعلیؑ مدد

پرواز میری دیکھ مِرے دست و پا نہ دیکھ
ہے میری بیڑی میرا کڑا یاعلیؑ مدد

تجھ کو سلامتی مِلی مستی مجھے مِلی
تجھ کو سلام مجھ کو مِلا یاعلیؑ مدد

مَت پوچھ سیرِ عرش مُڑا میں جدھر جدھر
آئی اُدھر اُدھر سے صدا یاعلیؑ مدد

آتا ہُوں کب میں دائرۂ مہرو ماہ میں
ہے میرا ورد صبح و مَسا یاعلیؑ مدد

میرا پتا نہ پُوچھ کہ مستی میں مَست ہُوں
مت پُوچھ مجھ سے نام مِرا یاعلیؑ مدد

امکان میں نہ ڈھونڈ نہ کر وہم میں تلاش
اے عقل ہے خدا کا سِرا یاعلیؑ مدد

بس یا علیؑ مدد ہے بہار و خزاں کا ورد
بَر ہَر لبِ فنا و بقا یاعلیؑ مدد

میں نے تو بس بسا لیا دھڑکن میں یاعلیؑ
سانسوں سے میں نے باندھ لیا یاعلیؑ مدد

کس کو لگی صدائے فقیرانہ کی خبر
میری صدا کے پیچھے ہے کیا یاعلیؑ مدد

دُنیا اُچھالتی رہی افلاک پر کمند
میں ایک ورد کرتا رہا یاعلیؑ مدد

ہے پُوچھنا جو مجھ سے مِرا اختیار پوچھ
کیا پُوچھتا ہے مجھ سے ہے کیا یاعلیؑ مدد

مَیں نے اسے لگا لیا سینے سے اے نویؔد
جس نے بھی مست ہو کے کہا یاعلیؑ مدد

نہ رِلّی نہ مُصَلّا

ہم خاک نشینوں کو ہے درکار نہ رِلّی نہ مُصَلّا
واللہ نہ عمّامہ نہ دستار نہ رِلّی نہ مُصَلّا

تُو فقر طریقت میں شریعت میں کہاں ڈھونڈ رہا ہے
ہے فقر کے اَسرار کا اظہار نہ رِلّی نہ مُصَلّا

یہ اور زمانہ ہے نہیں اِس میں کسی کی بھی ضرورت
نَے پیر نہ مُلّا مِرے سرکار نہ رِلّی نہ مُصَلّا

رِلّی نے مُصَلّے نے بہت خلق کو گمراہ کیا ہے
اب خلق ہے اِن دونوں سے بیزار نہ رِلّی نہ مُصَلّا

اب بندۂ آزاد کو منظور مُریدی ہے نہ تقلید
اِس وقت ہر اک لب پہ ہے انکار نہ رِلّی نہ مُصَلّا

ہر نقشِ کہن خود ہی مٹا دے گا زمانے کا تغیّر
کچھ بھی نہ بچے گا مِرے سردار نہ رِلّی نہ مُصَلّا

اپنے ہی پجاری تھے سو کرتے رہے خود نفس کی پُوجا
باطل سے ہوئے برسرِ پیکار نہ رِلّی نہ مُصَلّا

نشّے میں عبادت کے ہیں دُھت سجدے میں مدہوش پڑے ہیں
خود پر سے گزرنے کو ہیں تیار نہ رِلّی نہ مُصَلّا

مقتل سے یہ اک حلقِ بریدہ کی صدا آتی ہے اب بھی
واللہ عبادت کا ہیں معیار نہ رِلّی نہ مُصَلّا

یہ مصلحت آمیز ہیں کہتے نہیں باطل کو یہ باطل
یعنی ہیں نویؔد حق کے طرفدار نہ رِلّی نہ مُصَلّا